(۳) عربوں کی بلاغت سے ان کی وابستگی اور عجمیوں کی بلاغت سے کنارہ کشی۔

(۴) فصیح وبلیغ عربی اسلوب کا اہتمام۔

(۵) عربی بلاغت کی اہم ترین کتابوں، اسی طرح ارسطو کی کتب اور عربی شاعری سے واقفیت۔

اس کتاب کی اہم ترین خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) بلاغت کے مباحث کو دو حصوں (قسم عمومی اور قسم خصوصی) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ ایک نئی تقسیم ہے جس سے عربی بلاغت کی طویل تاریخ ناواقف ہے۔

(۲) بلاغت کو نقد سے مربوط کیا گیا ہے اور اسے احکامِ نقد میں کسوٹی بنایا گیا ہے۔

(۳) مباحث کی پیش کش اور تجربہ میں ادبی رجحان کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۴) مختلف مسائل میں مؤلف نے خاص آراء پیش کی ہیں۔ مثلاً ارسطو کے نظریۂ محاکاۃ کا رد، عبدالقاہر جرجانی پر تنقید، بلاغتِ عرب اور بلاغتِ عجم کے درمیان تفریق، شعر اور خطابت میں تفریق، اور دیگر بہت سی آرائ۔

(۵) نقد سے متعلق بعض اہم مباحث کو بلاغت سے مربوط کیا ہے۔

(۶) کتاب کا اسلوب مباحث کو پیش کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے میں بہت واضح ہے۔

مذکورہ تفصیل سے کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں مذکور مباحث وآراء میں غوروفکر کے ذریعہ بلاغت ونقد کے میدان میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ مفردات القرآن للفراہی، تحقیق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی، طبع سعودیہ، ص ۲۶

۲۔ حوالۂ سابق

۳۔ جمہرۃ البلاغۃ، الدائرۃ الحمیدیۃ، سرائے میر، اعظم گڑھ

۴۔ حوالۂ سابق ۵۔ حوالۂ سابق، ص ۲ ۶۔ حوالۂ سابق، ص ۳

۷۔ دلائل الاعجاز، طبعۃ محمود محمد شاکر، ص ۵۴۷

۸۔ مفتاح العلوم، السکاکی، طبع ۱۹۳۷ئ، ص ۱۹۶

۹۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۳

۱۰۔ عبدالقاہر جرجانی کی تصانیف کے لیے ملاحظہ کیجیے: عبدالقادر الجرجانی، بلاغتہ ونقدہ، الدکتور احمد مطلوب، ص ۲۵۔ ۴۷

۱۱۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۴

۱۲۔ حوالۂ سابق

۱۳۔ حوالۂ سابق، ص ۴۔۵

۱۴۔ حوالۂ سابق، ص ۵

۱۵۔ حوالۂ سابق، ص ۶

۱۶۔ حوالۂ سابق، ص ۷

۱۷۔ الکامل، المبرد، طبعۃ زکی مبارک، ۳/ ۸۱۸

۱۸۔ حوالۂ سابق، ۲/ ۷۴۰

۱۹۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۲۰۸۔

۲۰۔ حوالۂ سابق، ص ۹۔۱۰

۲۱۔ حوالۂ سابق، ص ۱۰

۲۲۔ حوالۂ سابق، ص ۱۱

۲۳۔ حوالۂ سابق، ص ۱۳

۲۴۔ حوالۂ سابق،

۲۵۔ حوالۂ سابق، ص ۱۶

۲۶۔ مفردات القرآن للفراہی، مقدمہ از اجمل ایوب اصلاحی، ص ۱۴، ۲۲، ۲۹

۲۷۔ حوالۂ سابق، ص، ۲۳

۲۸۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۱۷۔۱۸

۲۹۔ حوالۂ سابق، ص ۱۸۔۱۹

۳۰۔ حوالۂ سابق، ص ۲۰

۳۱۔ حوالۂ سابق، ص ۲۱

۳۲۔ حوالۂ سابق، ص ۲۴

۳۳۔ حوالۂ سابق، ص ۲۶

۳۴۔ الخصائص، ابن جنی، ۲/ ۱۴۵ وما بعد

۳۵۔ المثل السائر، ابن الاثیر، ۲/ ۶۰

۳۶۔ دلائل الاعجاز، ص ۵۲۲

۳۷۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۳۱

۳۸۔ حوالۂ سابق، ص ۳۲

۳۹۔ حوالۂ سابق، ص ۳۹

۴۰۔ حوالۂ سابق، ص ۴۰

۴۱۔ حوالۂ سابق، ص ۴۶

۴۲۔ حوالۂ سابق، ص ۴۷

۴۳۔ ملاحظہ کیجیے اسرار البلاغۃ، ص ۶۲

۴۴۔ جمہرۃ البلاغۃ، ص ۶۲

۴۵۔ حوالۂ سابق،

☆☆☆

تعارف وتبصرہ

اوراقِ سیرت مولانا سید جلال الدین عمری

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵، ۲۰۱۵ء، صفحات: ۳۸۴، قیمت۔/ ۲۵۰ روپے

زیرِ نظر کتاب کے مصنفِ گرامی مولانا سید جلال الدین عمری ممتاز عالمِ دین اور معروف محقق و مصنف ہیں، جن کی تصنیفات اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق و تصنیف کا اعلیٰ معیار پیش کرتی ہیں اور دینی و علمی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ ہماری روزمرہ زندگی میں رہ نمائی کے لیے دو ہی بنیادی مآخذ ہیں: قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ۔ مولانا کے سلسلۂ تصنیفات وتالیفات میں ’تجلیاتِ قرآن‘ کے ظہور کے بعد ’اوراقِ سیرت‘ کی جلوہ گری متوقع اور فطری ترتیب کے عین مطابق ہے۔

کتاب کا ایک مفید و نادر پہلو (جو عام طور پر اردو کتابوں میں نہیں ملتا) ’اوراقِ سیرت کے مآخذ‘ کے عنوان سے ان مآخذ کا تعارف ہے جن سے اس کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے تحت قرآن و حدیث کے علاوہ پانچ اولین سیرت نگاروں (واقدی، ابن اسحٰق، ابن سعد، ابن ہشام اور طبری) کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں، جن کی تصنیفات کو مؤلفِ گرامی کی رائے میں سیرتِ نبوی کے باب میں بنیادی مآخذ کی حیثیت حاصل ہے، لیکن اسی کے ساتھ انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان میں قوی وضعیف، معتبر وغیر معتبر، ہر طرح کی روایات جمع ہوگئی ہیں، اس لیے ان سے سیرت کے لیے مواد اخذ کرتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے (ص ۲)۔ مولانا نے خود کتبِ احادیث سے سیرت کے واقعات نقل کرتے وقت جا بجا متعلقہ حدیث کی فنی حیثیت پر اظہار خیال کیا ہے، اسی طرح کتبِ سیرت سے استفادہ کرتے وقت بعض مقامات پر ان کی روایات کے پایۂ استناد پر تبصرہ کیا ہے۔ ہر باب کے مباحث میں قرآن مجید کو اصل ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنے کے علاوہ احادیث اور سیرت کی امہات کتب سے بھرپور استدلال کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب کے مشتملات مستند مآخذ پر مبنی ہیں۔ اس ضمن میں خاص بات یہ کہ اگر کسی واقعہ

کے وقوع کے سنہ یا تاریخ یا خود نفسِ واقعہ کے متن کے بارے میں روایات یا کتبِ سیرت کے بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے تو مصنفِ گرامی نے حاشیہ میں دیگر (اختلافی) روایات/ بیانات کی صراحت ان کے مآخذ کی نشان دہی کے ساتھ کی ہے، پھر اپنی ترجیحی رائے واضح کردی ہے۔ اس سے نہ صرف صاحبِ کتاب کا تحقیقی ذوق عیاں ہے، بلکہ کتبِ احادیث اور سیرت کے مآخذ پر گہری نظر بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح کی بحثوں سے کتاب کے مواد کی جو قدرو قیمت بڑھ گئی ہے وہ اپنی جگہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پیشِ نظر کتاب سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر اپنے مشتملات کے اعتبار سے بڑی اہمیت و وقعت کی حامل ہے۔ ان سب کے علاوہ اس کا ایک اور لائق توجہ پہلو اس کا معیارِ تحقیق اور منہج تالیف ہے۔ اس پہلو سے نوجوان محققین (بالخصوص احادیث و روایات کے حوالے سے کسی موضوع پر تحقیقی کام کرنے والے اسکالرس) کے لیے اس میں تحقیق و تصنیف کے بہت سے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ کتبِ احادیث و سیرت یا دوسرے مآخذ سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے، حواشی میں ان کے مکمل حوالے دیے گئے ہیں۔ کتبِ حدیث کا حوالہ دینے میں بعض اوقات صرف کتاب کا نام اور بعض دفعہ اس کے ساتھ حدیث نمبر درج کیا جاتا ہے۔ زیرِ مطالعہ تالیف میں ماخذ کے نام کے ساتھ کتاب اور باب کی سرخی نقل کی گئی ہے، جس سے متعلقہ ماخذ سے رجوع کرنا آسان ہوتا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من السامع (ص ۲۷۰، حاشیہ نمبر ۲)۔

۲۔ اگر کسی حدیث یا روایت کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے تو ان سب کا ذکر متعلقہ ماخذ کے حوالے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شاہ قیصر کے نام مکتوبِ گرامی کو پہنچانے والے کو اجر ملنے کے ضمن میں ایک حدیث میں 'و ان لم یقبَل'؛ دوسری روایت میں 'و ان لم یَصِل' اور تیسری میں 'و ان لم یُقتَل' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان سب کا ذکر ان کے معانی کی وضاحت (اگر وہ اسلام نہ قبول کرے، چاہے سفیر ہرقل تک نہ پہنچ

پائے، اگر سفیر کو اس مہم میں شہادت نہیں نصیب ہوتی اور وہ صحیح سالم واپس آجاتا ہے) کے ساتھ کیا گیا ہے اور ان روایتوں کے مآخذ کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ (ص ۲۹۲۔۳۹۲، حاشیہ نمبر۱)

۳۔کسی واقعہ یا معاملہ کی تائید میں نقل کردہ حدیث یا روایت میں ضعف یا سقم پایا جاتا ہے یا محدثین محولہ حدیث کے کسی راوی کے پایۂ استناد کے بارے میں مختلف الرآی ہیں تو مؤلف گرامی حاشیہ میں ان سب کی وضاحت کردیتے ہیں۔مثال کے طور پر باب 'رسول اکرم ﷺ کے دعوتی مکاتیب' میں ایک جگہ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد اس سے متعلق حاشیہ میں واضح کرتے ہیں کہ: ''اس کے ایک راوی اسماعیل بن عیاش گو حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، لیکن روایتِ حدیث میں وہ عام طور پر ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔بعض محدثین نے انھیں ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ امام احمد اور حافظ ابن معین وغیرہ نے کہا ہے کہ شامیوں سے ان کی روایات قابلِ اعتماد ہیں، البتہ اہلِ حجاز سے وہ کم زور روایات نقل کرتے ہیں۔حافظ ابن حجر نے یہ روایت نقل کی ہے، لیکن اس کے ضعف کا ذکر نہیں کیا ہے۔'' (ص ۲۸۶، حاشیہ نمبر۱)۔

۴۔اگر کسی واقعہ سے متعلق جزئیات میں سیرت نگاروں کے بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے مصنفِ گرامی اپنی ترجیحی رائے بھی ظاہر کرتے ہیں۔حبشہ کی طرف دو بار ہجرت ہوئی۔سیرت حلبیہ کے بیان کے مطابق دوسری ہجرت شعبِ ابی طالب میں محصور ہونے کے بعد (یعنی تقریباً چار برس بعد) ہوئی، لیکن واقدی، ابن سعد اور ذہبی کے بیانات سے مترشح ہوتا ہے کہ پہلی ہجرت سے واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد یا فوراً ہی شروع ہوگئی تھی۔ ان روایتوں کو نقل کرنے بعد مؤلفِ محترم اپنی رائے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ''یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مکہ کی صورتِ حال دیکھنے کے بعد جلد ہی حبشہ روانگی شروع ہوگئی ہوگی۔ اس لیے کہ مہاجرین کی واپسی کے بعد کفارِ مکہ نے پھر انھیں اپنے ظلم وستم اور اذیتوں کا نشانہ بنانا شروع کردیا تھا۔'' (ص ۲۱۴، حاشیہ نمبر۲)